

بار اوّل ۳۳۰۰

سلسلہ نمبر 50

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ  
يَلْغُو عَنِّي وَكَوْا آيَةً (رواه البخاری)

ماخوذ  
مواظف حکیم الامت (مجلسی)  
جلد ۲

وعظ

# علاج الکبر

(تکبر کا علاج)

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پُرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۴۲۸۰۶۰ ۵۲۲۲۲۱۳

فروری ۱۹۹۸ء

شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

قَالَ السَّيِّئُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

باراقل  
۳۳۰۰

سلسلہ تبلیغ

وعظ

# علاج الکبر

(تکبر کا علاج)

از افادات

حکیم الائمہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

ناشر شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون کامران بلاک: ۲۳۸۰۹۰-۵۲۲۲۲۱۲ فون پنی نارنگی: ۵۲۵۳۲۵۸

فروری ۱۹۹۸ء

شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

# علاج الکبر

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
	علاج الکبر	
۳	اللہ کی پہچان کا طریقہ	۱
۴	تمام گناہوں کی جڑ تکبر	۲
۵	تکبر کم و بیش ہر طبقہ میں ہے	۳
۵	تکبر کا علاج	۴
۷	تکبر کی کوئی حد نہیں	۵
۸	دینداروں میں تکبر کی صورت	۶
۹	دنیا داروں میں تکبر کی صورت	۷
۱۲	مروجہ جہیز کی برائی	۸
۱۴	ولیمہ کی حقیقت	۹
۱۵	مروجہ رسوم کی حقیقت	۱۰
۱۸	شادی کی رسمیں ہندوؤں کی ایجاد ہیں	۱۱
۱۹	عقبہ کی حقیقت	۱۲
۲۱	حضرت فاطمہؓ کی منگنی اور نکاح	۱۳
۲۲	شادی پر کھانے والی ایک بے ہودہ رسم	۱۴
۲۴	گناہ کو گناہ نہ سمجھنے کا نقصان	۱۵
۲۶	تکبر اور دوسرے گناہوں سے بچنے کا طریقہ	۱۶
۳۲	ارشاد گرامی	۱۷

## علج الکبر

حضرت والا نے تکبر کے علج کے موضوع پر یہ وعظ اپنے مکان  
واقع تھانہ بھون، ۲۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۸ھ کو ایک گھنٹہ سات منٹ تک  
بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔

سامعین کی تعداد ۵-۶ تھی۔ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری نے  
اسے قلم بند کیا۔



## علاج الکبر<sup>(۱)</sup>

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه  
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له  
ومن يضلل الله فلا هاد له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد  
ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم اما بعد:  
فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. وله الكبرياء  
فى السموات والارض وهو العزيز الحكيم.

(اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں وزمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے)

## اللہ کی پہچان کا طریقہ

اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے خاص اپنی ایک صفت بیان فرمائی ہے  
کہ اگر اس کو انسان خیال میں رکھے تو کل مفاسد<sup>(۲)</sup> اس سے الگ رہیں۔ خلاصہ اس  
کا معرفت تعلق انسانی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر ہے تعلق امر نسبتی ہے جو  
طرفین<sup>(۳)</sup> کو چاہتا ہے ایک طرف حق تعالیٰ ایک طرف بندہ۔ تو اس کے تعلق  
کے پہچاننے کا طریق دو معرفتوں<sup>(۴)</sup> کا جمع کرنا ہے۔ معرفت حق تعالیٰ کی اور  
معرفت ہے نفس کی اور ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ تلازم<sup>(۵)</sup> بھی  
ہے اگر حق تعالیٰ کو پہچان لیا جاوے تو نفس کی پہچان ہو جائے گی اور اگر نفس کا علم

۱۔ تکبر کا علاج ۲۔ برائیاں ۳۔ یہ پہچان لینا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے کس قسم کا علاقہ اور تعلق ہے ۴۔ دو پہچانوں کا جمع کرنا ۵۔ ایک دوسرے کے لیے لازم ہے کہ ایک پہچان دوسرے کی پہچان کا ذریعہ ہوگی

ہو جائے تو معرفت حق تعالیٰ ہو جائیگی۔ اسی طرح کہا گیا ہے میں عرفِ نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنی حقیقت پہچان لی اس نے پروردگار کو جان لیا اور پہلی معرفت<sup>۱</sup> دوسری معرفت سے اس لیے اہم ہے کہ نفس تو حاضر ہے اور اللہ غائب اور غائب کا فنا مشکل ہے حاضر سے اس اہمیت کے سبب اس آیت میں اسی کی تعلیم کی گئی ہے کہ اس میں اپنی ایک صفت ذکر فرمائی کہ اس صفت سے پہچانیں اور وہ صفت کبریا ہے جو تمام صفات کے درجہ کمال کو شامل ہے اور معنی اس کے بڑائی جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو دوسرے میں نہ ہونی چاہیئے اور بندے میں اس کی بالکل نفی ہونی چاہیئے سو جب تک یہ معرفت محفوظ رہیگی حاشا وکلا<sup>۲</sup> جو کوئی مفسدہ بھی ہونے پائے اور جب یہ معرفت نہ رہیگی اور بندہ صفت کبریا<sup>۳</sup> کو اپنے اندر لینا چاہے گا تو جو کچھ بھی مضر تیں<sup>۴</sup> اور عیوب پیدا ہوں گے۔

## تمام گناہوں کی جڑ تکبر

اور واقع میں یہی ایک صفت کبر ہے کہ جڑ ہے تمام مفاسد<sup>۵</sup> کی حتیٰ کہ شرک کی۔ دنیا میں جو کوئی کافر ہوا ہے وہ کافر نہیں ہوا مگر اپنے نفس کے کبر سے ورنہ حق مٹتی نہیں رہتا۔

وَجحدوا بها واستیقنتها الایة. ظلم اور علو کو سبب فرمایا ہے حمد کا علو<sup>۶</sup> اور کبر ہم معنی ہیں ابو طالب کو ایمان سے کس نے روکا صرف عار نے یوں کہا کہ مرتے وقت ایمان لاؤں گا تو قوم میری کہے گی طالب دوزخ سے ڈر گیا۔

۱۔ یعنی نفس کی پہچان ۲۔ ہرگز ہرگز کوئی فراموش نہیں ہو سکتی ۳۔ برائی کی صفت ۴۔ نقصانات ۵۔ تکبر ۶۔ عجب

اس کی حقیقت یہی تو ہے کہ رفعت<sup>(۱)</sup> قوم پر حاصل ہے وہ نہ رہے گی۔ اس رفعت نے پہچانہ چھوڑا یہاں تک کہ کام تمام ہی کر دیا۔

**تکبرِ کم و بیش ہر طبقہ میں پایا جاتا ہے**

اور کبر کا وجود کسی ایک گروہ میں نہیں بلکہ یہ وہ عام مرض ہے کہ کم و بیش ہر طبقہ کے لوگ اس میں شامل ہیں اور دوسرے عیوب میں تو اکثر جاہل لوگ بہنے ہوئے ہیں تعلیم یافتوں میں وہ عیب کم ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے برے نتائج کو جانتے ہیں لیکن اس میں جاہل عالم سب کم و بیش مبتلا ہیں۔ مشرکین سب جاہل تھے۔ اب اس گروہ کو دیکھیے جو تعلیم یافتہ کھلاتا تھا یعنی اہل کتاب ان کو بھی ایمان لانے میں جو حارج<sup>(۲)</sup> ہوا سو وہی کبر<sup>(۳)</sup>۔ اس مختصر بیان سے بقدر کفایت<sup>(۴)</sup> اس کی توضیح ہو گئی کہ کفر و شرک کا بیٹی<sup>(۵)</sup> ہمیشہ کبر ہے۔ اب غور کر کے دیکھیے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا اور بہت سے معاصی کا بیٹی بھی یہی ہے جو کفر و شرک سے نیچے ہیں ایسے کنادہ کبر سے اس طرح ہوتے ہیں کہ گناہگار اپنے برے عمل کو اس عار<sup>(۶)</sup> کی وجہ سے نہیں چھوڑتا تا کہ لوگ کہیں گے کیا اتنے روز سے یہ احمق رہا اس کام کو ہمیشہ سے کیوں کرتا رہا جو اب چھوڑنا پڑا۔

**تکبر کا علاج**

اس شخص نے عیب حماقت سے اپنے نفس کو بچایا یہی کبر بڑا مرض ہے

۱۔ قوم پر برتری ۲۔ بگاڑ ۳۔ تکبر ۴۔ اس مختصر بیان سے تکبر کی وضاحت ہو گئی ۵۔ کفر و شرک کا بیٹی اصل سبب تکبر ہے ۶۔ شرمندگی



تو علاج بالعقد<sup>(۱)</sup> ہوا کرتا ہے۔ یہ مرض پیدا ہوا عدم معرفت کبریاء<sup>(۲)</sup> حق سے تو علاج معرفت کبریاء حق ہوگا عظمت حق تعالیٰ کی اس کو حق تعالیٰ نے آیت میں بلفظ حشر اپنے واسطے ثابت کیا ہے ولہ الکبریاء اسی کے واسطے ہے عظمت، بلاغت کے قاعدے سے ل<sup>(۳)</sup> کو مقدم کرنے کا یہ ہی مطلب ہے کہ عظمت مخصوص ہے ذات باری تعالیٰ کے ساتھ، یہ صفت دوسرے میں بالکل نہیں ہو سکتی نیز یہ نہیں فرمایا کہ "ولہ الکبر العظمیٰ" کہ بڑی عظمت تو حق تعالیٰ کے لیے ہے اور چھوٹا موٹا کوئی حصہ اس کا دوسرے کے لیے بھی ثابت بلکہ مطلق کبریاء کو دوسرے سے نفی کر دیا۔ اسی کو حدیث میں اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ العظمة ارادی والکبریاء ردائی فمن نازعنی فیہما قصتہ یعنی عظمت میرا تہنبد ہے اور کبریاء میری چادر ہے جو کوئی ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔ چادر اور تہنبد فرمانا کہ خصوصیت سے معنی یہ ہوئے کہ یہ دونوں صفات خاص ہیں میرے ساتھ دوسرا کوئی مدعی بھی ہوا تو سزا دوں گا۔ جب کبریاء حق ہوا باری تعالیٰ کا تو اپنے نفس میں اس کا رکھنا مساواة<sup>(۴)</sup> ہوئی باری تعالیٰ کے ساتھ اور دیگر معاصی<sup>(۵)</sup> کے لیے توجہ و دہش کہ جب تک ان تک نہ پہنچے معصیت نہیں ہوتی کہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ موجب ہو جائے مرض کا اس وقت تک مباح ہے یا بھوکا رہنا کہ جب تک سبب نہ ہو جائے بلاکت کا جائز ہے۔

۱۔ ضد کے ساتھ علاج یہ ہے گرمی کا علاج سردی سے کیا جائے اسی اصول پر یہ عقول ہوگا کہ تکبر پیدا ہوا اس لیے کہ یہ اصل میں اللہ کی بڑائی کو نہیں جانتا اس لیے اس کو اللہ کی بڑائی کو پہچانا چاہیے جب اس کی بڑائی کا استحضار ہوگا اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا ۲۔ اللہ کی بڑائی کو نہ پہچاننے سے ۳۔ جس کو مؤخر ذکر کرنا ہو اگر اس کو پہلے ذکر کیا جائے تو عربی قاعدے سے حشر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی شعر کا فائدہ حاصل ہوا کہ بڑائی صرف اللہ کے لیے ہے دوسرے کے لیے نہیں ۴۔ برابر ۵۔ دوسرے گناہ



## تکبر کی کوئی حد نہیں

مگر کبر وہ معصیت ہے کہ اس کے لیے کوئی حد نہیں بلکہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر یعنی جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا۔ بلکہ ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ تشدد ہے۔ اخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان۔ یعنی قیامت کے دن حکم ہوگا کہ جس میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکالو اس کو پہلی حدیث سے ملائیے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر کبر جس کے دل میں ہے جنت میں نہ جائیگا۔ یہاں فرماتے ہیں ایک ذرہ بھر ایمان جس کے دل میں ہے جنت میں جائے گا اس سے صاف یہ بات نکلتی ہے کہ ذرہ بھر کبر بھی جس کے دل میں ہے اس میں ذرہ بھر ایمان نہیں ہو سکتا اور ذرہ بھر ایمان جس دل میں ہے اس میں ذرہ بھر کبر نہیں ہو سکتا ہے دونوں میں بالکل نقیضیں<sup>(۱)</sup> ہیں۔ گو اس کی توجیہ یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد ذرہ بھر کبر نہ ہوگا لیکن آخر اس سے بھی تو اس صفت کا مضاد<sup>(۲)</sup> ایمان کسی درجے میں ہونا ثابت ہوا۔ اب سمجھ لو کہ کبر کس قدر سخت معصیت ہے اور ہونا ہی چاہیے کیونکہ سب سے بڑا گناہ کفر ہے اور کبر خود اس کی بھی اصل ہے اور کفر اس کی فرع<sup>(۳)</sup> تو مسلمان کو چاہیے غور کیا کرے کہ اس کے دل میں کبر ہے یا نہیں مگر ہماری تو عادات ایسی ہے کہ سوچتے ہی نہیں ور نہ معلوم ہو جاتا کہ نہ دیندار ہمارے خالی ہیں کبر سے نہ دنیا دار خالی ہیں کبر سے کھلاتے ہیں وہ دین کے پیرایہ میں اس میں گرفتار ہیں اور جو دنیا دار ہیں ان کو خبر ہی نہیں۔ خیر کوئی چیز ہے نہیں۔

۱۔ تکبر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہے کہ ایک ہو تو دوسرا نہیں ہو سکتا ۲۔ مقابل ۳۔ سب سے بڑا گناہ کفر اس کی اصل تکبر ہے اور اس کی ایک شاخ کفر ہے

## دینداروں میں تکبر کی صورت

چنانچہ دیندار لوگ نماز پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا داروں سے اچھے ہیں جتنی ترقی ان کو نماز پڑھنے سے ہوتی ہے اس سے زیادہ تنزل اس پندار<sup>(۱)</sup> سے ہی ہے دین کے ساتھ ساتھ بدترین دنیا ان کے قلب میں جگہ پکڑے ہوئے ہے۔ اس کا مطلب کوئی یہ کہے کہ نماز میں جب یہ خرابی ہے تو ان کو چاہیے نماز چھوڑ دیں اصل یہ ہے کہ یہ خرابی نماز میں جب پیدا ہوتی ہے جبکہ حق تعالیٰ کی عظمت قلب میں نہ ہو اور جب عظمت ہو تو دوسری طرف توجہ ہی نہیں ہو سکتی۔ مگر حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی نماز سے آدمی بجائے اس کے کہ اتراوے الا شرمندہ ہوتا ہے اس کی صحیح مثال ہے کہ کسی بہت بڑے شہنشاہ کے حضور میں ایک نہایت ذلیل آدمی کوئی تحفہ بہت کم قیمت لے جائے ورنہ بار کی عظمت و شوکت دیکھ کر اس کی کیا حالت ہوگی مختصر یہ ہے کہ اس ذلیل تحفہ کو پیش کرنے پر بھی سو قدرت نہ ہوگی باتھ پیر پھول جائیں گے اور غنیمت سمجھے گا کہ کسی سزا کا حکم نہ ہو جائے بلدی کسی طرح عمل سے خیریت سے نکل جاؤں۔ ہماری نمازوں کی جو کچھ حقیقت ہے وہ خوب معلوم ہے۔ پھر اس کو حق تعالیٰ جیسے احکم الحاکمین کے سامنے پیش کر کے ذرا شرم بھی نہ آنا اسی وجہ سے ہے کہ عظمت و جلال حق تعالیٰ سے ہم نے قطع نظر کر لی ہے اور اسی سے یہ خرابی پیدا ہوئی کہ دوسری طرف توجہ نہ ہوئی اور اپنی نماز کو سمجھ کر دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے اس تقریر سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نماز پڑھنے یا اور دین کے کام بجالانے سے اگر دل میں کبر پیدا ہو تو اس کا علاج یہ نہیں کہ اس عمل کو چھوڑ دیا جاوے بلکہ جو سبب اس کو قطع کیا جائے سبب اس کبر کا تعمیل حکم دین نہیں بلکہ عظمت الہی کا



دل میں نہ ہونا ہے سو اس کو پیدا کرنا چاہیے اس سے تعمیل حکم بھی ہوگی اور جو خرابی جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ بھی نہ رہے گی۔ اس غلطی میں بہت سے پڑھے لکھے اور سمجھدار بھی مبتلا ہیں خوب سمجھ لو غرض ہمارے دیندار بھی کبر میں مبتلا ہیں اور دنیا دار بھی۔

## دنیا داروں میں تکبر کی صورت

دنیا داروں میں اس طرح کا کبر تو نہیں ہے جو دینداروں میں ہے ہاں دنیا داروں میں اور طریقے کبر کے ہیں۔ وضع میں لباس میں۔ بیاہ شادی میں کبر میں سب گناہوں سے بڑھ کر ایک خرابی اور ہے وہ یہ کہ مسلمان خواہ کسی درجہ کا ہو مگر اس کے دل میں یہ بات ضروری ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے کر تو گزرتا ہے کسی ضرورت سے لیکن کرنے کے بعد دل میں چوٹ ضرور لگتی ہے اور پشیمان<sup>(۱)</sup> ہوتا ہے مگر کبر کہ یہ گناہ ساری عمروں میں رہتا ہے اور دل پر صدمہ نہیں ہوتا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ بیاہ شادی کی جتنی رسمیں ہیں سب تفاخر<sup>(۲)</sup> ہی پر مبنی ہیں پھر کسی کے دل کو صدمہ تو کیا اور ان سے خوش ہوتے ہیں خاص کر جب کہ ان میں وہ ثمرہ مرتب<sup>(۳)</sup> بھی ہو جائے جس کے واسطے کی جاتی ہیں یعنی علو<sup>(۴)</sup> اور شہرت جبکہ کسی کے یہاں تقریب میں بد نظمی نہ ہو اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور خیریت سے اہتمام کو پہنچ جائے تو نام ہوتا ہے یوں کہتے ہیں اپنی حیثیت سے زیادہ لگادیا بڑی ہمت کی پانچ روپے کی اوقات میں کھانا کیا اچھا دیا۔ بارات کیسی بڑھیا لایا۔ اس کو کفر نہ کہیے مگر قریب کفر ضرور ہے دیکھیے شرعی مسئلہ ہے اور کتابوں میں لکھا ہے کہ گناہ کو چھوٹا سمجھنا کفر ہے اس کو سب جانتے ہیں مگر اس کو خاص کر لیا ہے۔

۱۔ فرمندہ ۲۔ سب فر کرنے پر مبنی ہیں ۳۔ تیج بھی مرتب ہو جائے ۴۔ بڑائی



ظاہرہ کے ساتھ کیوں صاحب معاصی قلبیہ<sup>(۱)</sup> میں یہ حکم کیوں جاری نہیں حالانکہ وہ ام المعاصی<sup>(۲)</sup> میں پھر کبر کے ساتھ رضا اور فرح<sup>(۳)</sup> قریب کفر بھی نہ ہوگا اب سمجھ لیا آپنے نام آوری<sup>(۴)</sup> سے خوش ہونا کس درجے کا گناہ ہے رسموں کے متعلق ایک یہ دلیل سیکھ لی ہے مستورات نے آج ہی کل نئے مولوی نکل آئے ہیں اگر یہ بری تھیں تو پہلے کسی مولوی نے کیوں منع نہیں کیا۔ خوب سمجھ لو کہ نصیحت خود کیسی ہی معمولی سی ہودل میں جب ہی جمتی ہے جبکہ توجہ ہو تو یہ کہنا تو غلط ہے کہ کسی مولوی نے منع نہیں کیا مولویوں نے ہمیشہ سے منع کیا ثبوت اس کا یہ ہے کہ انہیں کی کتابیں موجود ہیں جن میں منع لکھا ہے ہاں تم نے ان کے منع کرنے کو سنا نہیں کیونکہ توجہ ہی نہیں تھی اب یہ بات اپنے دل سے گھڑ لی کہ منع نہیں کیا۔ ایک یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسمیں تو وہ تھیں جو کسی زمانے میں تھیں مثلاً لنگنا باندھنا ہامن سے تاریخ رکھوانا وغیرہ وغیرہ اور اب تو کچھ رسمیں رہی ہی نہیں ان میں کیا کفر و شرک ہے۔

بیہیو! کیا کفر و شرک ہی علت ہے منع ہونے کی کیا تلافی اور سمعہ<sup>(۵)</sup> اور اسراف علت نہیں ہے جس شریعت میں کفر و شرک کو برا لکھا ہے کبیرہ گناہ کو بھی تو برا لکھا ہے زائد سے زائد گوہ اور موت<sup>(۶)</sup> کا سافرق کچھ لو۔ بلکہ میں کہتا ہوں ایک معنی کر موجودہ رسمیں ان رسموں سے زیادہ بری ہیں جو چھوٹ گئیں اس واسطے کہ تمہارے ہی قول کے بموجب ان کا بنی کفر پر تھا اور ان کا بنی اس چیز پر ہے کہ وہ کفر کی بھی جڑ ہے یعنی کبر۔ پہلی رسمیں کفر تھیں لیکن حظ نفس<sup>(۷)</sup>

۱۔ دل کے گناہوں میں ۲۔ سب گناہوں کی اصل ۳۔ گنہگار کو پسند کرنا اور اس پر خوش ہونا کیا کفر کے قریب نہ ہوگا ۴۔ شہرت کا طالب ہونا ۵۔ ایک دوسرے پر فخر کرنا اپنی شہرت کی خواہش پر عمل میں زیادتی ۶۔ پیشاب پھانسنے ۷۔ نفس کو خوش کرنے سے

سے خالی تھیں ان کے ترکہ میں تھیں مزاحم<sup>(۱)</sup> نہ تھا کیونکہ ان میں حظ نہیں تھا اور رسوم موجودہ میں حظ نفس ہے ان سے تنہا ہونے کی امید نہیں۔ سمجھ لو کہ کفر و شرک میں حظ نفس نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ نفس کو سب سے زیادہ ناگوار کسی کے سامنے پلنا<sup>(۲)</sup> ہے تو جو شخص مشرک ہے اس کو بہت سوں کے سامنے پلنا پڑتا ہے تو اس میں حظ کہاں۔ جہالت وغیرہ اور داعی ان کو ہو جاتے ہیں ورنہ نفس کے وہ رسوم خلاف ہیں علیٰ ہذا یہ سمجھنا کہ آج کی رسمیں کچھ رسمیں ہی نہیں ہیں اور زیادہ خطرناک ہے کیونکہ جس گناہ کو آدمی گناہ نہ سمجھے اس سے توبہ کی کیا امید ہو سکتی ہے کیونکہ توبہ نام ندم یعنی پشیمانی کا ہے اور پشیمانی اسی چیز سے ہوا کرتی ہے جس کی کچھ برائی دل میں ہو۔ جب ان رسموں کی برائی ہی دل میں نہیں ہے تو پشیمانی<sup>(۳)</sup> کیوں ہوگی اور جب پشیمانی نہیں تو اس سے توبہ کیسی۔ بعض رسموں کی نسبت یہ کہہ دیتی ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے جیسے جمیز دنا بچوں کو کرتا ٹوپی دنیا ولیدہ یا عقیقہ<sup>(۴)</sup> بہ بنیت مروجہ کرنا۔ میں پوچھتا ہوں نماز پڑھنا کیسا فعل ہے ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فعل مستحسن ہے اس میں فرض بھی ہے اور واجب بھی ہے اور سنت بھی ہے کم از کم مستحب تو ہے ہی اب اگر کوئی اس میں ذرا سا تغیر<sup>(۵)</sup> کر کے پڑھے مثلاً قبلہ کی طرف پشت کر کے پڑھے تو بتاؤ یہ نماز کیسی ہے جائز ہے کہ ناجائز اور اگر اس سے منع کریں تو یہ نماز سے منع کرنا کھلائے گا حاشا و کھلا<sup>(۶)</sup>۔ یہ نماز سے منع کرنا نہیں۔ بلکہ قبلہ کی طرف پشت کر کے پڑھنے سے منع کرنا ہے۔

۱۔ رکاوٹ ڈالنے والا۔ ۲۔ جھٹکا۔ ۳۔ شرمندگی۔ ۴۔ ولیدہ اور عقیقہ سنت ہیں لیکن موجودہ طریقے پر کرنے سے گناہ میں شمار کیا کہ اس میں بہت سی باتیں خلاف سنت ہوتی ہیں ۵۔ تبدیلی ۶۔ حاشا و کھلا عربی میں نہ حرف میں ایک کھلا استثناء ہے دوسرا زجر کے لیے یہ کھلا ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں ماقبل سے استثناء ہو لیکن زجر کے انداز میں تو اس مقام پر جہی یہ ہو گئے کہ خدا انخواستہ نماز سے منع کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ عند اللہ حدیث میں اس برائی سے منع کرنا مقصود ہے جس کو نماز کے ساتھ شامل کیا



نماز سے منع کرنا کیسا نماز کو درست کرنا ہے یہی حالی رسموں کا ہے جہیز دینے سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ دکھلاوے اور تفاخر اور اسراف سے منع کیا جاتا ہے۔

## مروجہ جہیز کی برائی

جہیز اگر اپنی بیٹی کو محبت کی وجہ سے دیا جاتا ہے تو اس میں اس کو کیا دخل ہے کہ برادری کے سامنے ایک ایک عدد دکھا کر گنوا کر دیا جائے اگر اسی کا نام اہت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی بیٹی سے شادی ہی کی تاریخ میں محبت ہوئی اس سے پہلے نہ تھی کیونکہ پہلی کی عادت تو یہ تھی کہ جو کچھ کھلایا پلایا کبھی اس کی تشہیر نہیں کی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محلے کے دو چار آدمیوں کو بھی جمع کر کے دکھایا ہو کہ لڑکی کے لیے علوا بنایا ہے یا کوئی کپڑا عمدہ سلوایا ہے بلکہ یہ کوشش رہتی تھی کہ کسی کو خبر بھی نہ پہنچے کہ پیٹ میں پڑ جائے کسی کی نظر نہ لگے اس وقت جو کچھ پیٹ میں پڑ جائے گا کام آنے گا یہ آج نئی محبت کیسی پیدا ہوئی اگر وہ محبت ہے تو یہ محبت نہیں اور اگر یہ محبت ہے تو اس سے پہلے بجائے محبت کے عداوت<sup>(۱)</sup> تھی۔ بیبیو! ذرا عقل سے کام لو کیا جہیز دینے کی یہ صورت نہیں ہو سکتی کہ کپڑے برتن وغیرہ جو کچھ سامان دینا ہو صندوق بند کر کے بند بھیج دیئے جائیں اور بند بھیجنے میں بھی یہ ضرور نہیں کہ لڑکی کے ساتھ جاوے کیونکہ اس میں بھی ضرور ہے کہ وہ وہاں فوراً سب کے سامنے کھلے گا۔ وہی ریاہ<sup>(۲)</sup> پھر رجبی بلکہ جب لڑکی میکے میں آوے اس کو دید و پھر وہ جب چاہے لے جاوے خواہ دفعتاً یا تدریجاً<sup>(۳)</sup> مگر اس کو کوئی گوارا نہیں کرتا ہے۔ ہمارے پاس یہ کافی ثبوت ہے اس امر کا کہ تفاخر اور دکھلاوا ہی منظور ہے پھر جہیز میں وہ چیزیں ہوتی ہیں جو کسی کام



نہیں آتیں صرف صابنہ کی خانہ پری کر دیتے ہیں۔ چوکی ضرور دی جاتی ہے جس کا ناپ تول ایسا تجویز ہوا ہے کہ کار آمد نہیں نہ اتنی چھوٹی کہ بروقت اٹھانے بٹھانے کے قابل ہو اگر چھوٹی ہوتی تو باورچی خانے ہی میں پڑی رہا کرتی اور اتنی بڑی نہیں کہ نماز پڑھ سکیں۔ ایک عجیب درد سر ہے ایک جگہ ڈال دیں اور دیکھا کریں پیر مٹی نواڑ کی بنی ہوئی ضرور ہوتی ہے حالانکہ کبھی کام میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ ایک طرف احتیاط سے رکھ دی جائے اور گل کر اور ٹوٹ کر ایندھن ہو جائے کیونکہ پیر مٹی کا کام تو یہ ہے کہ چولے کے پاس اس پر بیٹھ سکیں اور جھیر کی پیر مٹی اس قدر نازک سبک اور ٹکلف کی ہوتی ہے کہ چولے کے پاس رکھنے سے جی "دکھتا ہے چولے کے پاس اس واسطے نہیں رکھی جاتی اور کسی کام کی ہے نہیں۔ بتاؤ یہ کون سی عقل کی بات ہے اسی کو التزام بالایلتزام" کہتے ہیں جس سے علماء منع کرتے ہیں۔ جھیر کی چیزیں اکثر ایسی ہی ہوتی ہیں جو ایک دفعہ دکھانے کے لیے بنادی جاتی ہیں اور واقع میں بیکار اور پرانی ہوتی ہیں حتیٰ کہ بازار والے بھی جانتے ہیں جب خریدنے جاؤ تو پوچھتے ہیں گھر کے استعمال کیواسطے چاہیے یا دینے کے لیے محبت اسی کا نام ہے۔

جھیر<sup>۳۱</sup> بڑھیا ہونے کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ لڑکے کے سارے خاندان کو جوڑے دیے جاتے ہیں اور خاندان میں کئی کئی پشت تک کے مردے بھی شمار کیے جاتے ہیں ان کے بھی جوڑے ہوتے ہیں شاید مردوں کو پہنانا منظور ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ جوڑے پہننے کے قابل ہوتے بھی نہیں صرف صابنہ کی خانہ پری

۱- دل دکھتا ہے ۲- جو جھیر انسان کے زمر لازم نہ ہو اس کو اپنے اوپر لازم کر لینا ۳- یہ اس زمانے کے مطابق تفصیل جھیر ہے اور آج کل تو دکھاوے سے بڑھ کر گناہ کی چیزیں بھی دکھائی ہیں کہ وہی سی آر ٹی وی و ٹی وی کہ جب تک وہ اس کو دیکھیں ان کو بھی گناہ ہو اور دینے والے کو بھی کہ وہ ذریعہ بنا ہے گناہ کا۔  
غلیل

کے لیے کپڑوں کے عدد پورے کر دیے جاتے ہیں۔ پاجامہ کا کپڑا دیکھئے وہ چھوٹا، گرتے کا دیکھئے وہ چھوٹا۔ جن کے یہاں پہنچتے ہیں وہ ان کا پاجامہ گرتا بناتے نہیں کیونکہ بن ہی نہیں سکتا اور کاموں میں لاتے ہیں۔ کیا یہ باتیں عقل کی ہیں۔

## ولیمہ کی حقیقت

یہ حالت تو جہیز کی ہے اب ولیمہ کی سنیے اس پر بہت ہی زور دیا جاتا ہے کہ یہ تو بالیقین سنت ہے۔ سنت کا نام تو سن لیا یہ بھی معلوم ہے کہ سنت کہتے کس کو میں سنت نام ہے ماثبت بالسنة یعنی وہ فعل جو حدیث سے ثابت ہو۔ ولیمہ بیشک حدیث سے ثابت ہے مگر لا تقربوا الصلوٰۃ کی مثل نہ کرو کہ نفس ولیمہ کا ثبوت تو حدیث سے لے لیا اور اس کی کیفیت جو حدیث میں آئی ہے چھوڑ دی جس طرح کہ نفس ولیمہ ثابت بالحدیث ہونے کی وجہ سے اختیار کرتی ہو اسی طرح اس کی کیفیت اور طریقہ بھی کیوں نہیں اختیار کرتیں اگر وہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے جناب رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی کیفیت سنیے حضور ﷺ نے ایک سفر میں حضرت معمر رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔ صبح کو صحابہ سے فرمایا جو کچھ کھانے کی چیز کسی کے پاس ہو لے آؤ لوگوں کے پاس سفر میں جیسا کچھ توشہ موجود تھا لا کر کھا کسی کے پاس کھجوریں تھیں کسی کے پاس پنیر تھا کسی کے پاس سوکھی روٹیاں تھیں جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا اور سب نے حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیا یہ حضور ﷺ کا ولیمہ ہو گیا۔ ولیمہ کا ثبوت تو سب کو یاد ہے اس کیفیت کا ثبوت کسی کو یاد نہیں کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ یہ حدیث تو فعلی ہے قولی حدیث لیجئے ترک الطعام طعام الولیمۃ یدعی لها الاغنیاء و یتروک الفقراء یعنی برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اس



حدیث سے معلوم ہوا کہ سب ولیے اچھے ہی نہیں بعضے برے بھی ہوتے ہیں جب برا ہے تو منع کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ آج کل کا ولیہ ایسا ہی ہوتا ہے اگر کوئی غریب محتاج مانگے تو کھدیتے ہیں پہلے جن کیواسطے پکا ہے ان کو تو کھالینے دو تم کو پیچھے ملے گا۔ اس ولیہ کی برائی میں نے حدیث سے سنادی پھر علماء اگر منع کریں تو کیا الزام دوسری حدیث سے سینے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن طعام المتبارنین یعنی منع فرمایا حضور ﷺ نے ان دو شخصوں کے کھانے سے جو آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوں یعنی بننا بختی سے کھلا ہوتے ہوں۔ اب دیکھ لو کہ برادری کے کھانے ایسے ہی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ایک نے گوشت روٹی دیا ہے تو دوسرے کی کوشش ہوتی ہے کہ بریانی دے تیسرے کی کوشش ہوتی ہے کہ فریسی بھی موجود ہو چوتھا شیرمال اور بڑھاتا ہے۔ حدیث شریف کے بموجب ایک کے یہاں بھی کھانا نہ چاہیے دیکھو یہ ان تقریبوں کی حالت ہے جن کو مسنون بتاتے ہیں۔

## مروجہ رسوم کی حقیقت

بزرگوں کا قول ہے طعام المیت یحیت القلب اس کے معنی متعارف اور مشہور تو یہ ہیں کہ وہ کھانا جو کسی کی موت میں پکا ہو اس تقدیر میں طعام کی اصناف میت کی طرف بہت ہی بعید ملاہت سے ہو سکتی ہے میرے نزدیک میت کے معنی معاصی<sup>(۱)</sup> کے لیے جائیں تو زیادہ مناسب ہے یہ استعمال قرآن شریف میں بھی آیا ہے اومہ کان میتا فاحییناہ<sup>(۲)</sup> وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو دولت حیات بخشی۔ اب معنی طعام المیت کے یہ ہوں گے وہ کھانا جو گناہ کے



طریق پر پکا ہو یعنی اضافہ الی الفاعل<sup>(۱)</sup> ہوگی اس کھانے میں یہ نحوست ہے کہ دل مر جاتا ہے یعنی حس نہیں رہتی۔ مردہ اور زندہ میں احساس اور عدم احساس ہی کا تو فرق ہوتا ہے۔ جب قلب میں حس نہ رہی تو جس گناہ میں بھی پڑ جائے کم ہے۔ یہ برکت ہے ان ولیموں اور عقیقوں اور بھابیوں کی جن کو کھتی ہو یہ رسمیں تھوڑا ہی نہیں۔ انہیں رسم نہ کھوا<sup>(۲)</sup> اشم<sup>(۳)</sup> لو۔ یاد رکھو یہ سب رسمیں ہی ہیں یہ کیا ضرور ہے کہ رسم وہی ہو جو کفر و شرک ہو اگلے زمانے کی رسمیں بڑی رسمیں تھیں یہ ان کے مقابلے میں چھوٹی سی مگر میں تو رسمیں ہی اور ان کو چھوٹا بھی تنزل<sup>(۴)</sup> کہتا ہوں ورنہ در حقیقت ان سے کچھ کم نہیں بلکہ من وجہ<sup>(۵)</sup> زیادہ ہی ہیں جیسا ابھی میں نے بیان کیا کہ رسوم متروکہ<sup>(۶)</sup> مبنی<sup>(۷)</sup> علی الکفر تھیں اور یہ مبنی علی الکبر ہیں اور کبر کفر کی جڑ ہے۔ غرض موجودہ رواج بھی سارے کے سارے رسوم ہی ہیں تغافل کی وجہ سے ذہنوں میں سے ان کا قبح جاتا رہا ہے۔ رسمیں سب چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔ ان میں جتنی مصلحتیں بتائی جاتی ہیں سب من سمجھوتی<sup>(۸)</sup> ہیں۔ حقیقت میں سب التزام<sup>(۹)</sup> مالا<sup>(۱۰)</sup> یلترم ہے اچھے اچھے سمجھداران میں بیوقوف بن جاتے ہیں اور پیروی کیے جاتے ہیں۔ بہت سی رسموں کی مصلحت اور وجہ ایجاد معلوم بھی نہیں مگر اسی ہیئت کے ساتھ ادا برا رہتی ہیں جب کوئی وجہ بھی ان کی ذہن میں نہیں تو تقلید محض ہوتی یا نہیں اور کسی کی تقلید شریعت کی تو درکنار کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی عقلمند کی بھی تقلید ہے۔ حاشا و کلا بس سوائے اس کے نہیں کہ جہلاء کی تقلید ہے اور رسم محض ہے مصلحت کا نام بھی لینا غلط ہے اور غضب یہ ہے کہ بہت سی

۱۔ فعل کی اضافت فاعل کی طرف ہوگی ۲۔ گناہ ۳۔ نیچے اتر کر یعنی چھوٹے درجہ میں شمار کر کے ۴۔ ایک اعتبار سے ۵۔ وہ اس میں جو چھوڑ دی گئیں کفر پر جہنی تھیں اور یہ تکبر پر جہنی ہیں اور تکبر کفر کی جڑ ہے ۶۔ دل کا ہلاؤ۔ ایسی چیز کو ضروری سمجھنا جو انسان کے ذمہ ضروری نہ ہو

رسمیں اب بھی برکت حاصل کرنے کے لیے ادا کی جاتی ہیں جب تک فلاں فلاں کام نہ ہوں شادی سزاوار نہیں ہوگی<sup>(۱)</sup>۔ نعوذ باللہ اور انہیں رسموں کی نسبت جن کی بناء پر تقلید جملہ پر ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔ ولا تبرجن تبرج الجاہلیتہ الاولیٰ اور افحکم الجاہلیتہ بیغون<sup>(۲)</sup>۔ ازواج مطہرات کو حکم ہے کہ جیسا جاہلیت میں بے دحرک نکلتی تھیں اب نہ نکلو۔ اور بطور انکار فرماتے ہیں کیا جاہلیت کا حکم پسند کرتے ہیں۔ بہت لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ رسموں کا شریعت میں کھیں ثبوت نہیں تو منع کا بھی ثبوت کہاں ہے کیا اچھے کپڑے پہننا منع ہے اپنی اولاد کو دینا جائز ہے مہمانوں کی خاطر داری بری بات ہے میں کہتا ہوں منع کا ثبوت قرآن سے تو مذکور ہوا اب حدیث لیجئے ارشاد ہے من لبس ثوب الشهرة البس الله ثوب الذل يوم القيمة یعنی جو کوئی کپڑا دکھاوے کے لیے پہنے گا اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا۔ یہ حدیث کپڑے کے بارے میں بالکل صریح ہے اور رسوم کو باشرک علت شامل ہے اس وعید کی علت شہرت ہے جس کام میں شہرت کا قصہ کیا جائے سب اس کے اندر آگئے خواہ اس کو بیٹی کا دینا کہہ لو۔ یا مہمانوں کی خاطر سمجھا کرو جب عقل سے کام لوگی تو حقیقت میں بناء ان رسموں<sup>(۳)</sup> کی صرف دکھاوے اور التزام مالا یلتزم جی پر پاؤگی۔ بیسیو! اگر ان رسموں میں بھلائی ہوتی تو دنوں جہان کے بادشاہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ضرور ہوتیں۔ کیا حضور ﷺ کے یہاں کہیں کی کھی تھی حق تعالیٰ جو چاہتے دیدیتے۔ آپ کی منگنی کا قصہ میں بیان کرتا ہوں۔ اول یہاں کی منگنی کے خرافات سنئے یہاں شادی سے پہلے اس

۱۔ میرے آج کل دہما دمن کا ہاتھ بکری پر لگوا کر اور چھری پر لگا کر اس کو ذبح کرنا اور سہ قد کرنا ۲۔ الاحزاب آیت ۳۳-۳۔ رسموں کی بنیاد

کے مقدمہ ہی میں جس کی حقیقت سوائے زبانی پخت و پز<sup>(۱)</sup> کے کچھ بھی نہیں ہے کیا کیا کچھ طو<sup>(۲)</sup> مار پھیلائے جاتے ہیں اس کا بھی پورا ایک قانون مرتب ہے دور دراز سے سفر کر کے لڑکے والا جائے۔ اپنا وقت صنّاع کرے روپیہ برباد کرے اتنے دنوں میں جو کچھ کھاتا اس کو سوخت<sup>(۳)</sup> کرے تب اس سے بات قرار پائے یہ بہت اجمال کے ساتھ بیان ہے ورنہ جو جو قیدیں منگنی میں طرفین سے مقرر ہیں سب جانتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جو کام دوپیسے کے خط سے نکلتا اس میں صدبا<sup>(۴)</sup> روپے صنّاع کیے جاتے ہیں کیوں صاحب اس میں کیا مصلحت ہے اگر یہ کہو کہ خط پہنچا نہ پہنچا کیا اعتبار ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ خط کور جسٹری کرا دیا جوتا یا بیمہ کرا کے بھیجا جوتا اگر اس میں بھی صنّاع ہونے کا احتمال ہے تو یہ احتمال غیر ناشی عن دلیل<sup>(۵)</sup> ہے اور اس کو ضبط اور ویم کہتے ہیں۔ ہم جس مکان میں میٹھے ہیں اس میں بروقت امکان عقلی موجود ہے کہ گر جائے لہذا چاہیے کہ ہاگلیں پھر جس مکان میں جائیں گے وہاں بھی یہی احتمال ہے نتیجہ یہ کہ بناگے پھر یہ یہ پاگل پن ہے یا کچھ اور ایسے احتمالات پر اگر حکم کریں تو دنیا کا ایک کام بھی نہ پہلے۔ ہزار بار روپیہ کے نوٹ ڈاک جی میں بھیجے جاتے ہیں پارسل ڈاک جی میں جاتے ہیں اگر صنّاع ہونے کا خوف ہے تو سب کاموں کے لیے آدمی جی بھیجا کیجئے غرض منگنی کے لیے اس قدر درد سری کرنے میں مصلحت کچھ بھی نہیں صرف پابندی رسم ہے ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔

## شادی بیاہ کی سب رسمیں مندوؤں کی ایجاد ہیں

میں کہتا ہوں اسی میں غور کیا جوتا کہ ہمیشہ سے کب سے ہوتا چلا آیا ہے



ہندوستان میں پہلے مسلمان نہ تھے۔ اب دو حال سے خالی نہیں یا تو جب مسلمان ہندوستان میں آئے ان رسموں کو بھی اپنے ساتھ لائے یا یہاں کی رسمیں تھیں مسلمانوں نے بھی لے لیں شق اول "تو غلط ہے کیونکہ اگر یہ رسمیں اسلامی رسمیں ہوتیں تو مسلمانوں کی کتاب میں ہوتیں حالانکہ ایسا نہیں لہذا ثابت ہوا کہ شق ثانی ہی صحیح ہے یہ سب رسمیں ہندوؤں کی ہیں انہیں کی صحبت سے مسلمانوں میں بھی آگئیں۔ رسموں کے نام خود بتاتے ہیں کہ ہندوستان کی ایجاد میں مثلاً بری لفظ ہندی ہے بر دولہا کو کہتے ہیں اگر کسی اور ملک کی رسم ہوتی تو فارسی یا عربی میں نام ہوتا۔

## تشبہ کی حقیقت

اسی طرح بھوڑا ٹھیٹھ ہندی لفظ ہے عقل صاف کہتی ہے کہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں ہندوؤں سے خلا ہونے سے مسلمان بھی سکیہ گئے من تشبہ بقوم فہو منہم جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ اسی میں سے ہے بہت مشہور حدیث ہے مگر تعجب ہے کہ اس کا مصداق صرف کوٹ اور پتلون یعنی انگریزی وضع کو قرار دے رکھا ہے حالانکہ تشبیہ عام ہے لباس میں جو یا رسم و رواج میں۔ ایک قصہ مجھ کو یاد آیا۔ ایک بزرگ تھے وہ بھولی کے دن بابر نکلے تو ہندوؤں کی ہر چیز کو رنگین پایا حتیٰ کہ جانوروں کو بھی۔ راستے میں ایک گدھا پڑا ہنسی میں کہنے لگے۔ تجھ کو کسی نے نہیں رنگا اور یہ کہہ کر اس پر پان کی پیک ڈال دی مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا فرمایا کہ اس پیک ڈالنے پر مواخذہ ہوا کہ اس کو بھولی کھیلنے والوں کے ساتھ لے جاؤ۔ تشبیہ ایسی چیز ہے محمود بادشاہ نے جب

ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات کا مندر توڑا تو تمام بت توڑ ڈالے جو بت سب سے بڑا تھا اس کو بھی توڑنا چاہا پجاریوں نے بہت الحاح<sup>(۱)</sup> وزاری کی اور کہا اس کے برابر ہم سے سونا لے لیا جائے اور اس کو نہ توڑا جائے محمود نے ارکان سے مشورہ کیا سب نے کہا ہم کو فتح ہو ہی چکی اب ایک بت کے چھوڑ دینے سے ہمارا کیا ہوتا ہے۔ اس قدر مال ملتا ہے لشکر اسلام کے کام آئیگا۔ چھوڑ دینا چاہیے مجلس میں سپہ سالار مسعود غازی بھی تھے فرمایا یہ بت فروشی ہے اب تک بادشاہ بت شکن مشہور تھا اب بت فروش کھلانے کا محمود کے دل کو یہ بات لگ گئی مگر گونہ<sup>(۲)</sup> تردد باقی تھا دوپہر کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدان حشر ہے اور ایک فرشتہ ان کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بت فروش ہے دوسرے فرشتے نے کہا کہ نہیں یہ بت شکن ہے اس کو جنت میں لے جاؤ اتنے میں آتکد کھل گئی فوراً حکم دیا بت توڑ ڈالا جائے اس کو جو توڑا تمام پیٹ میں جو اہرات بھرے ہوئے نکلے حق تعالیٰ کا شکر کیا کہ بت فروشی سے بھی بچا اور جس مال کی طمع میں بت فروشی اختیار کرتا تھا اس سے زیادہ مال بھی مل گیا یہ جنت اور دوزخ کی طرف کھینچا جانا اس تردد کی صورت دکھائی گئی جو محمود کے قلب میں تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ بت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بت فروشی نہ تھا لیکن صورت بت فروشوں کی مشابہت تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا خدا پناہ دے مسلمانو! اس میں سب کفار کی رسمیں ہیں مزید برآں مل گیا ہے ان میں تفاخر اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور بدعات ظلمات بعضہا فوق بعض۔ تہ بت تاریکیاں شر کے اندر سرگھسا ہوا ہے۔



## حضرت فاطمہؑ کی منگنی اور نکاح

ہاں سنیے بی بی صاحبہ کی منگنی کیونکر ہوئی۔ حضرت علیؑ نے خود جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دیجیئے حضور ﷺ نے وحی سے منظور فرمایا یہ منگنی ہو گئی یہاں کچھ بھی نہ ہو۔ فقط دو لہا مجمع میں بول بھی اٹھے تو غضب آجائے کیسا بے حیا دو لہا ہے۔ اب بی بی صاحبہ کے نکاح کی سنیے اور بارات کا سامان سنیے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو اور چند صحابہؓ کو بلا بھیجا اور نکاح پڑھ دیا۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت علیؑ اس وقت موجود بھی نہ تھے نکاح ہو جانے کے بعد آپ کو خبر پہنچی تب آپ نے قبول کیا۔ یہ بارات تھی کہ نوشادہ بھی ندارد" پھر حضور ﷺ نے ام ایمن کو حکم دیا (یہ ایک لونڈی تھیں) کہ فاطمہؑ کو علیؑ کے گھر پہنچا آؤ۔ بی بی صاحبہ منہ لیٹے ہوئے باتھ پکڑائے اپنے گھر پہنچ گئیں۔ یہ رخصتی ہوئی۔

جہیز دیار رسول اللہ ﷺ نے مگر نہ اتنا کہ گھر ٹٹا دیا نہ کسی کو دکھایا جہیز دینے سے منع نہیں کیا جاتا۔ ہاں جس طرح دیتے ہیں وہ بیشک منع ہے۔ ایک ایک عدد اٹھا اٹھا کر سب کو دکھایا جاتا ہے جوڑوں پر گوڑے لپیٹا جاتا ہے کہ جو کوئی نہ بھی دیکھے تو اس کی چمک سے نگاہ اٹھ جائے بیبیو! یہ تو جائز نہیں ہو سکتا بعض لوگوں نے آج کل اس کی یہ اصلاح کی ہے کہ جہیز کھول کر دکھاتے اور گنواتے نہیں صندوقوں میں بند کر کے برادری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ اس سے بھی بدتر ہے کھول کر دکھانے سے تو ایک حد اور مقدار اس کی ذہنوں میں آ جاتی ہے اسی کے موافق تحسین و آفریں ہوتی ہے اور بند چیز کی نسبت یہی خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے کیا کیا کچھ ہو گا اس سے دینے والے کے نفس کو اور زیادہ بڑائی کا موقع ملتا ہے



جہیز کو رخصتی کے وقت بالکل بھیجو ہی مت گھر میں رکھا رہنے دو جب لڑکی کا گھونگھٹ کھل جائے تب لے جاؤ اور اس کے ہاتھ میں خمرست دو اور گنوا دو اور کنہیاں اس کے حوالے کر دو کہ یہ تیرا جہیز ہے یہ طریقہ تو ہے محبت سے دینے کا باقی سب ریا و نمود ہے۔ یہ طریقہ اس رواج سے بہتر ہے کہ جس کا جہیز ہے اس کو خبر بھی نہیں ہوتی سسرال والوں کو کنجی دیدی جاتی ہے اگر کوئی چیز جاتی آتی رہتی ہے تو تمام عمر کی لڑائی بندھ جاتی ہے اور ایسا ہوا ہے کہ سسرالیوں کی بدنیتی سے یا غفلت سے چیزیں ضائع ہو گئی ہیں۔

اب چوتھی اور چالاکی یعنی بہوڑا سنیئے نکاح سے اگلے دن جناب رسول اللہ ﷺ حضرت علیؑ کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت علیؑ سے فرمایا ذرا سا پانی لاؤ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی ذرا سا پانی لاؤ اور دونوں پر پانی چھڑکا اور دعا دی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؑ اس وقت گھر چلتی پھرتی تھیں۔ یہاں کی طرح بت بنی نہیں بیٹھی تھیں۔

## شادی کے موقع پر کیجانے والی ایک بے بہودہ رسم

یہاں یہ بھی ایک تکلف ہے کہ بہو بالکل بت ہوتی ہے حیوان مشترک کی جگہ حیوان غیر ذی حرکت بن جاتی ہے<sup>(۱)</sup> پانخانہ پیشاب کو بھی بلا دوسرے کے نہیں جاسکتی بنس بول نہیں سکتی۔ سچ مچ کے جس بے جا میں رکھی جاتی ہے کئی کئی دین پہلے سے کھانا کم کیا جاتا ہے اس خوف سے کہ پانخانہ کی حاجت ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہو ایسی ہونی چاہیئے جس کے پیچھے حاجات انسانی نہ ہوں

۱۔ حرکت کرنے والے جاندار کے بجائے ایک غیر مشترک جاندار بن جاتی ہے

انسانیت سے خارج ہو بولتی نہ ہو گونگی ہو۔ اس جس<sup>(۱)</sup> بے جا کو یہاں تک بڑھایا ہے کہ ہو نماز بھی نہیں پڑھتی۔ اول تو نمازی ہوتی بہت کم ہیں اور جو کوئی نمازی ہوئی بھی تو نماز کے وقت اگر کوئی سہلی موجود ہے تو دبے دہائے پڑھ لی اور نہیں تو یہ عذر ہے کہ کوئی تھا نہیں کون پڑھواتا۔ اکیلی کس طرح پڑھتی تھ<sup>(۲)</sup> ہے اس پردے پر بہت جگہ اس قید سے لڑکیاں بیمار ہو گئی ہیں اور جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ہم لوگوں نے جو بات اختیار کی ہے افراط و تفریط<sup>(۳)</sup> سے خالی نہیں پردہ ہو تو اتنا گھر اور نہ ہو تو بالکل نہیں دیور جیٹھ خالہ پھوپھی کے لڑکوں سے بالکل پردہ نہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔ الموموت یعنی دیور موت ہے۔ سفر میں جب چلیں گی تو ریل جیسے آسان سفر میں نمازیں قصاصرف اس عذر سے کہ قبلہ معلوم نہ تھا یا وضو کے لیے پانی کہاں سے آتا پانی مانگنے یا قبلہ پوچھنے میں بے پردگی ہوتی ہے کیوں بیبیو! جس گاڑی میں تم بیٹھی ہو اگر اس میں کوئی حادثہ ہو جائے مثلاً آگ لگ جائے یا چور ڈاکو گھس آئے تو اس وقت بھی نہ بولو گی اس وقت تو وہ دہائی مچاؤ گی کہ قیامت برپا ہو جائے اس وقت پردہ کہاں جائے گا۔ بات یہ ہے کہ وہ دنیاوی حادثات کی تو بول دل میں ہے اور اخروی حادثے یعنی گناہ کے انجام کچھ سمجھے نہیں جاتے بہت بلکی اور معمولی چیزیں ہیں یہ خبر ہے کہ گاڑی میں آگ لگنے یا چور ڈاکو کے ہاتھ سے زائد سے زائد جان جاتی رہیگی یہ تھوڑی سی دیر کی تکلیف ہے کہ ہوئی اور ہو گئی اور ایک نماز کے بدلے ہزاروں برس اس عذاب میں رہنا ہو گا جس کے سامنے دوزخی موت کی تمنا کریں گے ہو بے چاری حیوان غیر حساس کو یہ عذر ہے کہ کوئی پاس نہ تھا نماز کیسی پڑھتی گھر والوں کو اور سب کاموں کے ہوش میں کھانا کھلانے دینے دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہاں نماز



پڑھوانے کا بیشک خیال نہیں رہتا خوب سمجھ لو کہ سارے گھر والے مجرم ہیں گناہ ایک ہو پر ہی نہیں سب کو سزا ہوگی۔ غرض پردہ میں جہاں افراط ہے وہاں اس حد تک اور جہاں تفریط ہے وہاں بالکل اڑا ہی دیا۔ یہ سب تراشی ہوئی رسمیں ہیں یا نہیں کیا ان کا کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؑ خود اٹھ کر پانی لائیں کسی سہیلی نے لا کر نہیں دیا۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگلے مولویوں نے کبھی ان رسموں کو نہ ٹوکا ساری نصیحت آج ہی کل کے مولویوں کے حصے میں آگئی اس کا جواب ایک تو میں پہلے دے چکا ہوں کہ نصیحت جب ہی دل میں پڑتی ہے کہ جب توجہ ہو ورنہ دیوار کو سنانا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیں کچھ بحث نہیں مولویوں نے منع کیا ہوا نہ کیا ہو جب حدیث میں موجود ہے تو آگے کچھ حجت کی ضرورت نہیں۔ نیز میں کتابوں اگلے مولویوں نے بھی ضرور منع کیا۔ فقہانے عورتوں کو اس مجمع میں جانے سے منع کیا ہے جس میں یہ مفاسد ہوں دیکھو ردالمحتار<sup>(۱)</sup> میں لکھا ہے۔

## گناہ کو گناہ نہ سمجھنے کا نقصان

یہ مسئلہ ایک طالب علم بھی بتا سکتا ہے مگر یہ ترکیب غضب کی ایجاد ہے کہ مفاسد کو مفاسد ہی نہ کہو موجودہ رسموں کو رسم ہی نہ کہو کہ ان پر منع وارد ہو یہ جہل مرکب اور قلب کی موت<sup>(۲)</sup> ہے کرنے کو جو چاہو کر گزرو مگر یہ یاد رکھو کہ گناہ کا گناہ ہونا تمہارے سمجھنے نہ سمجھنے پر موقوف نہیں واقع میں جو اثر گناہ کا ہے وہ ضرور ظاہر ہوگا۔ اگر کوئی زہر کھالے اور دل میں خیال کرے کہ زہر نہیں شکر ہے تو کیا وہ شکر ہو جائیگا ہرگز نہیں۔ تھوڑی سی دیر میں مزہ دکھائیگا حق کو اختیار کر لو یا باطل کو۔



ایک طرف کا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ غلطی میں پڑے رہو اور اس کو غلطی نہ سمجھو یہ شخص غلطی میں مبتلا ہو مگر اس کو غلطی سمجھتا ہے تو کبھی نہ کبھی یہ امید ہے کہ اس کو چھوڑ دے گا۔ اور جو شخص غلطی کو غلطی ہی نہیں سمجھتا اس سے کیا امید ہو سکتی ہے خود تو متنبہ کیوں ہونے لگا۔ اگر کوئی اور بھی خبردار کرے تو جواب میں کہے گا واہ اس میں بھی کچھ برائی ہے جو میں چھوڑ دوں ایسا شخص ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہے گا موت کے وقت بھی تو یہ نصیب ہونے کی کیا امید ہے غرض یہ خیال بالکل غلط سمجھو کہ موجودہ رسمیں رسمیں نہیں ہیں اور ساتھ ہی اس کے رسمیں چھوڑنے کی بھی ہمت کرو ان کو بلکہ نہ سمجھو یہ اس اصل کی فرع میں جو تمام گناہوں کی حتیٰ کفر و شرک کی بھی جڑ ہے۔

یہ میں نے چند نظیریں<sup>(۱)</sup> کبر کی بطور مثال کے بیان کی ہیں ان کو اور ہر اس عمل کو جو کبر کی فرع ہو چھوڑ دو جیسے غیبت حد و غیرہ۔ غیبت کوئی جب ہی کرتا ہے کہ جب اپنے آپ کو اس سے اچھا سمجھتا ہے جس کی غیبت کرتا ہے کسی مریض کو بنتا وہی شخص ہے جو خود تندرست ہو اور اگر اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ مریض پائے تو کہیں نہیں دیکھا ہو گا کہ وہ اپنے سے کم مریض کو بنتا ہو یہ اچھا سمجھنا ہی کبر ہے علیٰ ہذا دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر جو آدمی جلتا ہے (جسے حد کہتے ہیں اس کی بناء<sup>(۲)</sup> بھی اس پر ہے کہ اس صاحب نعمت سے زیادہ اپنے آپ کو اس نعمت کا اہل سمجھتا ہے یہ بھی اپنے نفس کی بڑائی ہے جس کو کبر کہتے ہیں۔ غرض اکثر گناہوں کو ٹٹولو گی تو بناء کبر<sup>(۳)</sup> ہی پر پاؤ گی۔ لہذا سب کو چھوڑ دو حتیٰ کہ معاصی کی اصل ہی دل میں سے نکل جائے کیونکہ بڑائی کو حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے کسی دوسرے کا اس میں حصہ نہیں تو جو شخص کبر کو نہیں

چھوڑ دیا وہ نہیں پہچانتا کہ یہ کس کا حق تھا اور کس کو دیتا ہے تو اس نے نہ نفس کا حق پہچانا نہ حق تعالیٰ کا اس سے بڑھ کر جابل کون ہوگا یہ شخص معاصی سے کبھی چھوٹ نہیں سکتا جس گناہ میں بھی پڑ جائے کم ہے کیونکہ معاصی<sup>(۱)</sup> کی جڑ اس کے دل میں موجود ہے ایک سے بچے گا دوسرے میں پڑ جائے اس واسطے حق تعالیٰ نے ایک ایسا علاج اس کا بتایا کہ جب اس کو مستحضر رکھا جائے تو نہ چھوٹا گناہ ہو نہ بڑا۔

### تکبر اور دوسرے گناہوں سے بچنے کا طریقہ

وہ علاج یہ ہے کہ اپنی ایک صفت کو بیان فرمایا کہ جب خیال رکھو گی کہ یہ کسی دوسرے کے لیے کسی وقت اور کسی حالت میں ثابت نہ ہونے پائے تو گناہ تم سے خود بخود چھوٹے جائیں گے۔ وہ صفت عظمت ہے ولہ الکبریا۔ فی السموات والارض<sup>(۲)</sup> (اور اسی کو زمین اور آسمانوں میں بڑائی حاصل ہے) یہ اصل کل<sup>(۳)</sup> ہے تمام گناہوں سے حفاظت کی اور جب صفت کبریا یعنی عظمت مختص ہوئی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ تو نفس کے واسطے کیا رہ گیا تذلل<sup>(۴)</sup> یہ اصل ہے تمام عبادات کی تو جس شخص نے صفت کبریا کو مختص مان لیا حق تعالیٰ کے ساتھ اس نے حق تعالیٰ کو بھی پہچان لیا اور نفس کا بھی اس سے بڑھ کر کوئی عالم یا معق ہو سکتا ہے انہیں کی شان میں ہے واولنک ہم اولوا الالباب<sup>(۵)</sup> یعنی عقلمند لوگ یہی ہیں جب آدمی کے دل میں سے تمام گناہوں کی اصل نکل گئی اور تمام عبادات کی جم گئی تو سبھی کچھ اس نے پالیا اس کو دن دو گنی رات چو گنی ترقی ہوگی۔ اس کے ساتھ اتنا اور سمجھ لو کہ یہ اصل کلی بہت مختصر الفاظ سمجھائی گئی ہے

۱- گناہوں ۲- اچانچہ آیت ۳- ۳- تمام گناہوں سے حفاظت کا اصلی معنی ہے ۴- ہستی ۵- ازہر

مگر بعض اوقات بلا تفصیل کے اس پر عمل دشوار ہوتا ہے یعنی جب تک عمل برہر عمل کی نسبت معلوم نہ ہو کہ اس کا منشاء کبر کس طرح ہے اس کا ترک آسان نہیں ہو سکتا اس کے لیے سہل اور مفید تدبیر یہ ہے کہ کتابوں کا مطالعہ کیا جائے بلکہ کسی سے سبقاً سبقاً پڑھ لیا جائے اور جو کوئی پڑھ نہ سکے وہ کسی عالم سے وقتاً فوقتاً سن لیا کرے واقعات کو پوچھتا رہے اور وعظ - نا کرے اور عورتوں کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں ان کی باندھی چولے کا ایک وقت ہے کتاب کے پڑھنے یا سننے کا بھی ایک وقت ہونا چاہیے لیکن افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مستورات کو اس سے بالکل مس<sup>(۱)</sup> بھی نہیں مرد تو کبھی کوئی مسئلہ پوچھ بھی بیٹھتے ہیں مگر عورتوں کو نہ کہیں زبانی پوچھواتے دیکھا نہ کوئی تحریر کسی کی آتی ہے (الانشاء اللہ) حالانکہ بعض مسائل عورتوں کے اس قدر پیچیدہ ہیں کہ جواب دینا بھی ہر ایک کا کام نہیں مثلاً پاکی اور ناپاکی کے مسائل کی کہ فقہ کی تمام بحثوں سے اوق بمث یہ مشور ہے صورتیں مشکل سے مشکل پیش آتی ہیں مگر اس پر عمل ہے کہ نہ پڑھی نہ قضا ہوئی۔ کچھ عورتیں تو شرم کے مارے نہیں پوچھتیں اور بعض جو کسی قدر پڑھی لکھی ہیں وہ کسی اردو کی کتاب میں دیکھ کر جو اثنا سیدھا سمجھ میں آیا کر گزرتی ہیں حیف<sup>(۲)</sup> کی بات ہے کہ اگر کوئی مرض شرم کا ہو جاتا ہے تو اس کے علاج میں یہ نہیں کرتیں کہ بلا سے جان جاتی رہے مگر شرم نہ جائے۔ علاج کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر ایسی نکال لیتی ہیں کہ شرم بھی نہ جائے اور علاج بھی ہو جائے۔ بیبیو! کسی مسئلہ کا تحقیق کر لینا تو آج کل کچھ بات بھی نہیں دوپیسے میں چاہے جہاں سے جواب منگالو اگر خود نہ کر سکو اپنے خاوند کی معرفت پوچھوالو اور کسی بی بی کے ساتھ لکھوا کر دریافت کر لو اگر نہ خود لکھ سکے شوہر موجود ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ یہ سب



جب ہو جب دین کا خیال ہو۔ اس غفلت کو چھوڑو اور دین کو دنیا سے بھی زیادہ ضروری سمجھو۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت ختم نہ ہوگی۔ جو طریقہ میں نے بیان کیا اس سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ گھر میں جب مسائل کا تذکرہ ہو گا بچوں کے کان میں پڑیں گے اور ساری عمر ان کو یاد رہیں گے جو لوگ تمہارے تابع ہیں ان کی اصلاح ہوگی ان کی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ضروری ہے حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ یعنی ہر بڑے کو چھوٹے کے لیے حضور ﷺ نے محافظ فرمایا کہ ہر ہر شخص کچھ نہ کچھ ذمہ دار ہے اور اس کی جواب دہی اس کے ذمہ ہے اگر نوکرانی تمہاری نماز نہیں پڑھتی ہے تو وہ گنہگار ہے مگر تم بھی اس کے ساتھ گنہگار ہو اور جواب دینا ہو گا کہ اسے نماز کیوں نہیں سکھائی تھی بعض لوگوں نے اس کا جواب یہی اختیار کر لیا ہے کہ ہم نے تو بہتیری تاکید کی مگر وہ نماز پڑھتی ہی نہیں۔ کیوں بیبیو! اگر کھانے میں وہ نمک کم و بیش کر دے تو تم کیا کرتی ہو کیا ایک دو دفعہ سمجھا کر کہ نیک بخت نمک ٹھیک رکھا کر خاموش ہو رہتی ہو اور پھر نمک دیا ہی کھالیتی ہو جیسا اس نے ڈال دیا ہو یہ تو کبھی بھی نہ کرو گی چاہے نوکرانی رہے نہ رہے اسے سمجھاؤ گی پھر مارو پیٹو گی۔ اگر کسی طریقہ نہ مانے گی تو نکال باہر کرو گی۔ بیبیو! دین کا اتنا بھی خیال نہیں جتنا نمک کا جو نماز کے مقابلے میں بالکل غیر ضروری چیز ہے۔ دین کا خود بھی خیال کرو اور جن پر تمہارا قابو چل سکتا ہے ان کو بھی دیندار بناؤ تمہاری کوشش سے جو کوئی دیندار بنے گا تمہیں بھی اسی کے برابر ثواب ملے گا۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے بیان کیا کہ جہاں دنیا کے دس کاموں کا وقت ہے ایک دین کے کام کا بھی وقت نکال لو۔ جو بی بی خود کتاب پڑھ سکیں وہ کتابوں کو دیکھ کر اپنی اصلاح کریں اور جو خود نہ پڑھ سکیں کسی اپنے رشتہ دار سے پڑھوا کر سنیں علماء سے وعظ اپنے مکان میں کھلوا لیا کریں جو واقعات پیش

آیا کریں ان کی پوچھ پاچھ کیا کریں<sup>۱۱</sup> علماء سے ان کی بی بی کی معرفت یا خط کے ذریعے سے جواب منگالیا کریں اس سے دین میں ایسی بصیرت پیدا ہو جائے گی کہ رفتہ رفتہ ہر عمل کی نسبت حکم معلوم ہو جائے گا۔ جب کسی چیز کی خرابی معلوم ہو جاتی ہے تو کبھی نہ کبھی تو دل میں اس سے بچنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہی ہے اس صورت میں اگر ذرا سی بھی ہمت سے کام لوگی تو دن دو گنی رات چو گنی ترقی ہوگی۔ اور جی میں شدہ شدہ<sup>۱۲</sup> تمام مفاسد کی جڑ یعنی کبر بھی قلب سے نکل جائے گا اسی کو حق تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے گو اور تمام مفاسد کا علاج بتا دیا کہ اس ایک صفت کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مان لو۔ یہ صفت کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتی وہ صفت کبریا ہے یہ ایک جڑ ہے جس کے ہزاروں شعبے ہیں اجمالاً نہیں بلکہ تفصیلاً اس کے تمام شعبوں کو حق تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دو اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی سب متبر مولوی بن جاؤ بلکہ جہاں تک موقع ملے غفلت نہ کرو جیسا روپیہ اور زیور کے جمع کرنے کا سب کو شوق ہے یہ یقینی بات ہے کہ تمام بیبیاں اپنا دل بھر کے زیور اور روپیہ نہیں پاسکتیں مگر غریب ہے تو امیر ہے تو ہر بی بی کو کوشش ضرور ہے کہ زیور اور روپیہ مل جاوے جتنی کوشش سے ایک مقدار روپیہ کی مل سکتی ہے اتنی کوشش سے بلکہ اس سے کم سے دین کی بہت بڑی مقدار مل سکتی

۱۔ احقر کی والدہ محترمہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ حکیم الامت تھانویؒ نے ان سے اور ان کی والدہ یعنی حضرت تھانویؒ کی چھوٹی امی سے یہ کلمہ رکھا تھا کہ جب میں گھر میں آیا کروں تم تین مکے مجھ سے پوچھا کرو اور تین مکے میں تم کو بتایا کہ وہ دن بھر میں تین مرتبہ خاتوا سے گھر تشریف لائے تو والدہ صاحبہ اوزنافی صاحبہ ۱۸ مکے روز معلوم ہو جاتے تھے گویا ایک ماہ میں ۵۴ مکے یاد ہو گئے۔ دین کا علم سیکھنے کی کتنی آسان ترکیب ہے آج کا یہ کام حضرت تھانویؒ کی کتاب ہشتی زیور سے ہر شخص لے سکتا ہے کہ اپنے گھر والوں کو روز اس میں سے تین مسد پڑھ کر سنائے اس طرح بہت جلد پورے کلمہ کو بہت سے مسائل کا علم ہو جائے گا فقط غلیل



ہے بہت نہ بارو کچھ نہ کچھ جو بھی رہے گا۔ تم ایک حصہ کھاؤ گی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے دس حصے رحمت ہوں گے۔ آگے اس مضمون کو حق تعالیٰ نے وهو العزيز الحکیم (وہ غالب و صاحب حکمت ہے) سے مؤکد کیا ان لوگوں کے چوٹکانے کے لیے جو اس مفہم سے کسی طرح بچتے ہی نہیں۔ اور اپنے عیب پر ان کی نظر پڑتی ہی نہیں جب ان کو سمجھانے اور ان کی بھلائی سوچانے سے اثر نہیں ہوتا تو فرماتے ہیں میں عزیز یعنی غالب بھی ہوں اگر تم کھانا نہ مانو گے تو میرے ہاتھ سے کہیں جا نہیں سکتے جیسی چاہوں سزا دوں گا۔

اور اگر کسی برے عمل پر فوراً سزا نہ ملے تو مطمئن مت ہو جاؤ میں حکیم بھی ہوں کسی مصلحت سے مہلت دیتا ہوں بعض لوگ رشوت لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں رشوت سزاوار ہے صاحبو! اس دھوکے میں نہ رہو کہ خدا غضب کو مت بھولو۔ اول تو دنیا ہی میں سزا ملے گی اور اگر دنیا میں کسی حکمت اور مصلحت سے ٹل ہی گئی تو آخرت تو دار الجزاء<sup>(۱)</sup> ہے جی وہاں کی سزائیں اور زیادہ سخت ہیں وہاں کی سزا سے تو دنیا ہی کی سزا بگلت لینا اچھا ہے۔ وہاں کے اہوال و آفات کو سوچتے رہنا چاہیے۔ تصریح موجود ہے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد<sup>(۲)</sup> یعنی چاہیے کہ خیال رکھے ہر شخص کا کہ کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اور اسی کے یاد دلانے کے لیے حضور ﷺ فرماتے ہیں زوروا القبور واكثروا ذكرها دم اللذات یعنی قبروں پر جایا کرو اور لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو بہت یاد کیا کرو۔

(اس سے عورتیں یہ فتویٰ نہ نکال لیں کہ قبرستان میں جانا جائز ہے عورتوں کے پردے سے نکلنے میں بہت سی خرابیاں ہیں مراد تذکر آخرت و قیامت<sup>(۳)</sup> ہے جس طرح بھی ہو کسی مقرب کتاب میں قیامت کے حالات پڑھیں



یا سنیں) اور یہ موت اور قیامت کی اجمالی حالت کافی نہیں کو کوئی موت موت کی تسلیج پڑھا کرے بلکہ موت کو یاد رکھنا یہ ہے کہ جب کوئی کام کرے سوچ لے کہ بعد موت کے اس پر کوئی جواب دہی تو میرے ذمہ عائد نہ ہوگی۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھو اور اگر کچھ کام قابل جواب دہی ہو گئے ہیں تو ان سے توبہ کرو اور برابر توبہ کرتی رہو۔ اب دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس کی توفیق دیں۔"